الصّلوٰة والسّلام عليك يا رسولَ الله



ترجمان قرآن

امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ

مصنف

حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری

ناشر: رضا اسلامک مشن، مدن پورہ، وارانسی

٧٨٦
٩٢

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول الله

ترجمان قرآن

امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ

مصنف

حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی حیات و خدمات کا مختصر تذکرہ اور ان کے ممتاز و منفرد ترجمہ قرآن کا دلنشیں تعارف

ناشر

رضا اسلامک مشن

ڈی ۷ ۳۱/۱۴، مدنپورہ، وارانسی، ۲۲۱۰۰۱

سلسلۂ اشاعت نمبر ۹

Tarjuman-e-Quran Emam Ahmed Raza Khan Qadari by Abdul Hakeem

نام کتاب	:	ترجمان قرآن امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ
مصنف	:	حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری
کمپوزنگ و پرنٹنگ	:	زر نگار۔ باگڑبلی، مدن پورہ بنارس۔ فون: 393131
سن اشاعت	:	جنوری ۲۰۰۰ء
ہدیہ	:	دعائے خیر بحق معاونین
ناشر	:	رضا اسلامک مشن۔ مدنپورہ، بنارس
ملنے کا پتہ	:	D. 31/147 ،مدن پورہ وارانسی۔ فون:321391 - 321392

رضا اسلامک مشن، بنارس نے قلیل عرصے میں بیالیس ہزار سے زائد دینی واصلاحی کتب ورسائل شائع کر کے جو اشاعتی خدمت انجام دی ہے وہ یقیناً حوصلہ افزائی کی مستحق ہے۔ اہل خیر حضرات کا تعاون رہا تو انشاء اللہ جلد ہی مزید کتابیں منظر عام پر لانے میں رضا اسلامک مشن کامیاب ہوتا دکھائی دے گا۔

زیر نظر مقالہ "ترجمان قرآن" "امام احمد رضا" ہند وپاک کی عظیم شخصیت حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور کے فکر انگیز قلم کا نتیجہ ہے، جسے پڑھ کر ہر انصاف پسند شخص یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہے گا کہ واقعی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہ صرف یہی نہیں کہ ایک زبردست فقیہ ومحدث تھے بلکہ فن تفسیر وترجمہ میں بھی آپ کی امتیازی شان کے مالک تھے۔

امید کہ اہل نظر حضرات اس مقالے کے مطالعے کے بعد اپنے تاثرات واعتراضات سے ضرور آگاہ کریں گے۔ اور اشاعتی میدان میں اپنے مفید مشوروں سے نوازیں گے۔

سکریٹری

رضا اسلامک مشن، بنارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمان قرآن امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۱۲۷۲ھ........۱۸۵۶ء

۱۳۴۰ھ........۱۹۲۱ء

سرزمین پاک و ہند پر تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی، پھر انگریز تاجر بن کر آئے اور سازشوں کے ذریعے حکمراں بن بیٹھے، وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھے کہ مسلمانوں کی بقاء اور ترقی کا راز ایمان اور اتحاد میں مضمر ہے، یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اسی بنیاد کو کمزور اور ختم کرنے پر صرف کردیں، دینی مدارس کو بے اثر بنانے کے لیے اسکول اور کالج کھولے اور وہاں تعلیم پانے والے بچوں کے ذہنوں کو الحاد اور بے دینی کے زہر سے مسموم کیا، اتحاد ملت کو ختم کرنے کے لیے نئے نئے پیدا ہونے والے فرقوں کی حوصلہ افزائی کی گئی، چنانچہ اسی دور میں اس قسم کے مباحث پھیلے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کے خاتم النبیین ہونے میں فرق آئے گا یا نہیں؟ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تو نبی ہونے کا دعویٰ ہی کردیا، اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور دیگر محبوبانِ خدا کی شان میں توہین و تنقیص کی زبان دراز کی گئی نتیجہ یہ ہوا کہ امت مسلمہ کئی فرقوں میں بٹ گئی اور متحدہ پاک و ہند میں اتنے فرقے پیدا ہوئے کہ دوسرے کسی بھی اسلامی ملک میں اتنے فرقے نہیں ملیں گے۔

یہ وہ ماحول تھا جب سرزمین بریلی میں امام احمد رضا قادری قدس سرہ

پیدا ہوئے اور تقریباً چودہ سال کی عمر میں مروجہ علوم دینیہ حاصل کرکے دین اسلام کی خدمت و حفاظت کی مسند پر فائز ہوگئے، انھوں نے ایک ہزار کے لگ بھگ چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کے خلاف لب کشائی کرنے والوں پر بھرپور تنقید کی رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، اہل بیت عظام، ائمہ مجتہدین اور اولیائے کاملین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا شدید محاسبہ کیا، قادیان میں انگریز کے کاشتہ پودے کا شدید رد کیا، اس دور میں پائی جانے والی بدعتوں کے خلاف جہاد کیا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تار و پود بکھیر دیئے، سلف صالحین کے طریقے اور مذہب حنفی کی دلائل قاہرہ سے حمایت اور حفاظت کی، غرض یہ کہ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر محاذ پر جہاد کیا اور تمام عمر جہاد کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی کو پچاس سے زائد علوم و فنون میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین، ریاضی کا ایک لاینحل مسئلہ لے کر حاضر ہوئے جسے آپ نے اسی وقت حل کردیا تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ "یہ ہستی صحیح معنوں میں نوبل پرائز کی مستحق ہے۔" فقہ میں تو انھیں وہ تبحر حاصل تھا کہ ان کے معاصرین میں کوئی بھی ان کا ہم پلہ نظر نہیں آتا، حکیم عبدالحئی ندوی، "نزہۃ الخواطر" میں لکھتے ہیں کہ فقہ حنفی اور اس کے جزئیات پر انھیں وہ عبور حاصل تھا جو شاید ہی کسی دوسرے کو حاصل ہوا اس حقیقت پر فتاویٰ رضویہ شاہد ہے، علامہ اقبال واشگاف لفظوں میں ان کی فقاہت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں، بمبئی ہائی کورٹ کے پارسی جج پروفیسر، ڈی، ایف، ملائے فتاویٰ رضویہ کو فقہ کا عظیم شاہکار قرار دیا،

علمائے عرب و عجم نے ان کی جلالت علمی کے قصیدے پڑھے اور انھیں چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا۔

تحقیقات علمیہ میں امام احمد رضا بریلوی کا بلند ترین مقام تو اہل علم کے نزدیک مسلّم ہی ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ شعر و ادب میں قادر الکلام اساتذہ کی صف میں شامل تھے، جامعہ ازہر، مصر کے ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ علمی موشگافیاں کرنے والا محقق، نازک خیال ادیب اور شاعر بھی ہو سکتا ہے، البتہ انھوں نے اصناف سخن میں سے حمد باری تعالیٰ نعت اور منقبت کو منتخب کیا اور قصیدۂ معراجیہ اور مقبولیت عامہ حاصل کرنے والے سلام

ع مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایسے ادب پارے پیش کیے، فلسفۂ جدیدہ (سائنس) اور فلسفۂ قدیمہ کے غیر اسلامی نظریات پر الكلمة الملهمه اور فوزِ مبین میں سخت تنقید کی، ان کا نظریہ یہ تھا کہ سائنس کو اسلامی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سائنس کو اسلام کے تابع کیا جائے نہ کہ اسلام کو سائنس کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔

امام احمد رضا بریلوی کی جملہ تصانیف کی بنیاد اسلام اور داعیٔ اسلام سید الانام ﷺ سے گہری وابستگی پر ہے، اسلامیان پاک و ہند کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت و عقیدت تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ بسانے میں انھوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات شروع ہوئی، پہلی تحریک کا مقصد سلطنت عثمانیہ ترکی کی حفاظت اور امداد تھا جب کہ دوسری تحریک کا مقصد ہندوستان کی آزادی کے لیے بائیکاٹ کے ذریعے حکومت برطانیہ پر دباؤ ڈالنا بتایا گیا، مسٹر گاندھی

اپنی چالاکی سے دونوں تحریکوں کے قائد بن گئے، حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ قریب تھا کہ مسلمان اپنا ملی تشخص کھو کر ہندومت میں مدغم ہو جاتے، اس ماحول میں امام احمد رضا نے المحجة المؤتمنه اور انفس الفکر ایسے رسائل لکھ کر دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اور دلائل سے ثابت کیا کہ ہندو نہ تو مسلمانوں کا خیر خواہ ہے اور نہ ہی وہ مسلمانوں کا امام بن سکتا ہے، نیز یہ کہ مسلمان الگ قوم ہیں اور ہندو الگ قوم، ان کی دور بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مسلمان انگریز کے چنگل سے رہا ہو کر ہندوؤں کے محکوم اور غلام بن کر رہ جائیں گے اس لیے مسلمانوں کو ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ دونوں سے گلو خلاصی ہو جائے یہی وہ دو قومی نظریہ ہے جس کی بنا پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا، امام احمد رضا کے تلامذہ، خلفاء اور تمام ہم مسلک علماء و مشائخ نے نظریۂ پاکستان کی حمایت کی اور ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کے اجلاس میں متفقہ طور پر قیام پاکستان کے حق میں قرار دادیں پاس کی گئیں اور اپیل کی گئی کہ اپنے اپنے علاقوں میں مسلم لیگ کے نمائندوں کو کامیاب کر دیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ حضرات حمایت نہ کرتے تو پاکستان قائم نہیں ہو سکتا تھا۔

ایک طرف پاک و ہند کے درجنوں ادارے امام احمد رضا کی تصانیف اور ان کی دینی و ملی خدمات پر لکھی جانے والی کتابوں کی اشاعت میں مصروف ہیں دوسری طرف پٹنہ، جبلپور، علی گڑھ، کراچی، سندھ اور پنجاب کی یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقی کام ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے، ابھی حال ہی میں کراچی یونیورسٹی میں امام احمد رضا چیئر قائم کی گئی ہے، اسی طرح افریقہ، یورپ، لندن، امریکہ اور شکاگو وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں بھی کام ہوا ہے

اور ہو رہا ہے، غرض یہ امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کا تعارف بین الاقوامی سطح پر ہو رہا ہے، اور وہ دن دور نہیں جب علمی دنیا ان کے صحیح مقام سے روشناس ہو جائے گی۔

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

۱۳۳۰ھ۔۔۔۔۱۹۱۱ء

امام احمد رضا نے قرآن وحدیث کا بہت ہی وسیع اور عمیق مطالعہ کیا تھا۔ سورۂ والضحیٰ کی تفسیر لکھنے لگے تو چھ سو صفحات سے تجاوز کر گئی، قرآن پاک کا ترجمہ لکھا جسے بلا مبالغہ ان کا عظیم علمی شاہکار قرار دیا جا سکتا ہے، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ نے بجا فرمایا ہے "۔۔۔۔یہ نہ کسی ترجمے کا ترجمہ ہے اور نہ ترجموں کی ترجمانی۔۔۔۔۔یہ تو براہ راست قرآن سے قرآن کا ترجمہ ہے"۔۔۔

بعض لوگوں نے لغات سامنے رکھ کر قرآن پاک کا ترجمہ لکھ دیا اور یہ نہ دیکھا کہ تقدیس الوہیت شان نبوت و رسالت اور عقائد اہل سنت کا پاس بھی رہتا ہے یا نہیں، مترجم کے لیے صرف عربی لغت سے واقف ہونا کافی نہیں ہے، اس کے لیے قرآن وحدیث، ارشادات صحابہ اور اقوال سلف کا وسیع اور گہرا مطالعہ ضروری ہے، اسے شان نزول اور ناسخ و منسوخ کی معرفت بھی ہونی چاہیے اس کے علاوہ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ اسے علوم عربیہ صرف نحو، معانی، بیان اور بدیع وغیرہ علوم پر عبور حاصل ہو اور عقائد اہل سنت سے پوری طرح باخبر ہو، امام احمد رضا ان تمام امور کے جامع تھے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے نہایت اہم اور نازک ترین مقامات پر جو احتیاط ملحوظ رکھی ہے وہ انھیں کا حصہ ہے،

ذیل میں بطور مثال چند آیات کریمہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے،

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عام طور پر بسم اللہ شریف کا ترجمہ اس طرح کیا جاتا ہے:"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں" کسی بھی اچھے کام کو اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرنے کے لیے بسم اللہ شریف پڑھی جاتی ہے اس ترجمے میں یہ بات ملحوظ نہیں رہی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے پہلے یہ الفاظ آگئے ہیں، "شروع کرتا ہوں" اس طرح اللہ تعالیٰ کے نام اقدس سے ابتدا نہ ہوئی، پھر یہ الفاظ "نہایت رحم والے ہیں" بھی خلاف احتیاط ہیں؛ عقیدہ، توحید کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں، جن میں کثرت اور تعدد کا شائبہ بھی نہ ہو، نیز اسم جلالت (اللہ) موصوف ہے، اور الرحمٰن الرحیم اس کی دو صفتیں ہیں مرکب توصیفی حکم پر مشتمل نہیں ہوتا، اس کے ترجمے میں "ہے" "یا" "ہیں" کہنا بے محل ہے۔

امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، رحمت والا

اس ترجمے کے مطابق جو کام شروع کیا جائے گا وہ براہ راست اللہ کے نام مقدس سے شروع ہوگا، اور اس امر کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ مرکب توصیفی کا ترجمہ ہے مرکب خبری کا ترجمہ نہیں ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ الرحیم بھی مبالغہ کا صیغہ ہے جب کہ اس کے ترجمہ میں صرف "رحمت والا" کہا گیا ہے اور مبالغہ کا معنی ملحوظ نہیں رکھا گیا، یہ اعتراض دراصل غور و فکر کی کمی کا نتیجہ ہے، "بہت" کا لفظ "مہربان" اور "رحمت والا" دونوں سے متعلق ہے، گویا ترجمہ میں ایجاز اور اختصار کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۲) ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ (۲/۲)

اس آیت میں ایک اشکال تو یہ ہے کہ ذٰلک ایسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو دور ہو، قرآن پاک تو ہمارے پاس ہے اس کے لیے بعید کا اشارہ کیوں لایا گیا؟ علماء بلاغت نے اس کا جواب دیا کہ بعض چیزیں مکانی اعتبار سے دور ہوتی ہیں اور بعض بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے رتبے کے لحاظ سے دور ہوتی ہیں، اس جگہ اشارۂ بعید (ذلك) بعد رتبی کی بنا پر لایا گیا ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ آیت کریمہ کا معنی بظاہر یہ ہے کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے جب کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا اور اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے عبد خاص پر نازل کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں شک کیا گیا یوں بھی ظاہر ہے کہ بہت سے لوگوں نے قرآن پاک کے بارے میں شک کیا، لہٰذا مطلقاً شک کی نفی کیسے ہوگی؟ علمائے بلاغت اور مفسرین نے اس اشکال کے تفصیلی جوابات دیے ہیں، لیکن امام احمد رضا نے اتنا عمدہ ترجمہ کیا ہے کہ یہ سوالات باقی ہی نہیں رہتے۔

وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔

غور کیجیے کہ "وہ بلند مرتبہ کتاب" کہہ کر پہلے سوال کا جواب دے دیا اور "کوئی شک کی جگہ نہیں" کہہ کر دوسرے سوال کا جواب دے دیا کہ "فی" ظرفیت کے لیے آتا ہے لہٰذا اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن میں کسی کو شک نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ قرآن پاک کسی شک وشبہے کی جگہ اور ظرف نہیں ہے کیوں کہ عربی زبان سے باخبر کوئی بھی صاحب ہوش و خرد قرآن پاک میں غور و فکر

کرے تو اسے ماننا پڑے گا کہ یہ کتاب ہر شک اور شبہے سے ماورا ہے تو جو لوگ شک میں مبتلا ہیں خود ان کی عقل میں خلل ہے، قرآن کریم میں کوئی نقص اور عیب نہیں ہے۔

ذرا یہ ترجمہ بھی دیکھیے جس میں ان دو سوالوں میں سے کسی کا بھی جواب نہیں ملتا:

"یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہہ نہیں"

(۳) وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

اہلال اور استہلال کا لغوی معنی ہے چاند کا تلاش کرنا، چوں کہ چاند تلاش کرتے وقت اونچی آواز میں باتیں کی جاتی تھیں اس لیے یہ دونوں لفظ اونچی آواز نکالنے کے معنی میں استعمال کیے جانے لگے، اس اعتبار سے آیت کریمہ کا معنی یہ ہونا چاہیے کہ اور (تم پر حرام فرمائی) وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام بلند آواز سے لیا گیا، اس اعتبار سے اگر کسی سے پوچھا جائے کہ یہ عورت کون ہے؟ وہ کہے میری بیوی ہے تو چاہیے کہ بیوی اس پر حرام ہو جائے۔ اسی طرح پوچھا گیا کہ یہ بکرا کس کا ہے؟ کسی نے کہا کہ یہ امجد کا ہے اس پر یہ فتویٰ عائد ہونا چاہیے کہ یہ بکرا حرام ہو گیا کہ اس پر امجد کا نام بلند آواز سے بولا گیا ہے حالانکہ یہ بات اتفاقاً باطل ہے اسی لیے تمام متقدمین مفسرین نے اس جگہ ایک قید کا اضافہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، علماء دیوبند اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت کہتے ہیں:

اور ایسے جانور کو بھی جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو (تھانوی صاحب)

اس ترجمے کے بناء پر ان کے نزدیک وہ جانور حرام ہو جاتا ہے جس کو کسی بزرگ کے ایصال ثواب کے لیے خریدا گیا ہو یا پالا گیا ہو چاہے اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہی ذبح کیا گیا ہو۔ مشرکین کے بتوں کے لیے نام زد کردہ جانوروں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے: يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلاً طَيِّباً (۲/۱۶۸) "اے لوگو! کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال پاکیزہ"۔

حیرت کا مقام ہے کہ بتوں کے لیے مشرکوں کے نام زد کردہ جانوروں کو مسلمان اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کر لیں تو وہ حلال اور اگر بزرگوں کو ثواب پیش کرنے کے لیے جانور پالا جائے، تو حرام، اگر چہ اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہی ذبح کیا جائے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ ہو!

"اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے"

یہ ترجمہ نہ صرف اکابر مفسرین کے مطابق ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ترجمہ کے بھی عین مطابق ہے۔

وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا

(٤) اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (٤/١٤٢)

بعض لوگ اس کا ترجمہ کرتے ہیں: "البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا"۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دغا کی نسبت کرنا بڑی بے باکی ہے۔ امام احمد رضا یوں ترجمہ کرتے ہیں:

"بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انھیں غافل کر کے مارے گا"

(٥) وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ

فِيْ مِلَّتِنَا (١٤/١٣)

اس آیت کا ترجمہ کیا گیا ہے اور "ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ"۔ کسی نے اس طرح ترجمہ کیا: "یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں"۔ پھر آجاؤ، یا لوٹ آؤ، کے الفاظ میں غور کیجیے کیا اس کا مطلب یہ نہیں؟ کہ معاذ اللہ! رسولان گرامی بھی پہلے کافروں کے دین پر تھے، جن دوسری آیات میں لتعودن واقع ہوا ہے ان کا بھی ایسا ہی ترجمہ کیا گیا ہے، دراصل عاد، یعود کبھی فعل تام ہوتا ہے اور اس کا معنی لوٹنا اور رجوع کرنا ہوتا ہے، اور بعض اوقات فعل ناقص ہوتا ہے اس وقت اس کا معنی "ہو جانا" ہوتا ہے، ان مترجمین کو یہ بات سمجھ میں نہیں آسکی کہ اس جگہ یہ فعل ناقص ہے تام نہیں ہے، امام احمد رضا کا صاف اور شفاف ترجمہ یہ ہے:

"اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمھیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین پر ہو جاؤ"۔

یہ ہے قرآن فہمی اور اسے کہتے ہیں عرفانی بصیرت۔

(٦) وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (١٢/٢٤)

اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا اگر رب کی دلیل کو انھوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا۔

صاف مطلب یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو کچھ خیال تو ہو گیا تھا، زیادہ خیال نہیں ہوا اور یہ اہل سنت کے اجماعی عقیدے عصمت انبیاء کے خلاف ہے، پھر یہ ترجمہ، ضرورت سے زیادہ طویل ہے، نیز لولا کو ما قبل سے جدا کر کے

الگ جملہ شرطیہ بنادیا گیا ہے حالانکہ وہ ماقبل سے متصل ہے اور وھم بھا اس کی جزاء پر دال ہے، اس کے برعکس امام احمد رضا کا ترجمہ پڑھیے جو سیاق آیت کے مطابق، مختصر اور مسلک اہل سنت کا ترجمان ہے:

"اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا"۔

(۷) حَتّٰی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا (۱۲/۱۱۰)

ترجمہ: "یہاں تک کہ ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا"۔ حضرت عروہ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسولوں نے گمان کیا کہ انھیں جھوٹ کہا گیا تھا؟ انھوں نے فرمایا: معاذ اللہ! (اللہ کی پناہ) رسولوں کی یہ شان نہیں کہ اپنے رب کے بارے میں یہ گمان کرتے۔ (بخاری شریف عربی جلد ۲ ص ۶۸۰)

امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے:

یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا"۔ (یعنی بدگمانی کی نسبت لوگوں کی طرف ہے نہ کہ رسولوں کی طرف)

(۸) قَالَ هٰؤُلَاءِ بَنٰتِیْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ (۱۵/۷۱)

ترجمہ: بولا یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے۔

پس منظر یہ ہے کہ جب عذاب کے فرشتے نوجوان لڑکوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو کفار اپنے ہم جنسی کے شوق میں ان کے پیچھے دوڑے ہوئے آئے، اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے یہ ارشاد

فرمایا جو اس آیت میں مذکور ہے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی شریف آدمی اپنے مہمانوں کے تحفظ کے لیے جان تو دے سکتا ہے مگر اپنی بہو بیٹیوں کو پیش کر دینا نہ شرعاً جائز ہے اور نہ عقلاً، پھر ایک جلیل القدر نبی سے یہ بات کیسے متصور ہو سکتی ہے؟

امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے انھوں نے ترجمہ ہی میں اس مشکل کو حل کر دیا ہے:

کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمھیں کرنا ہے"۔

یعنی اگر جنسی خواہشات کا تم پر اتنا ہی غلبہ ہے تو انھیں پورا کرنے کے لیے تمہاری بیویاں جو موجود ہیں، پھر ناجائز راستہ کیوں اختیار کرتے ہو؟ قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں کہہ کر کمال شفقت کا اظہار ہے اور زور بیاں بھی پیدا کیا گیا ہے۔

(۹) فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ (۲۱/۸۷)

"پھر سمجھا نہ پکڑ سکیں گے اس کو"

اس ترجمہ کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر قابو نہ پا سکے گا، یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے جو کفر ہے۔ مزید برآں یہ کہ اس کفر کی نسبت حضرت یونس علیہ السلام کی طرف جا رہی ہے (لسان العرب جلد ۵ ص ۷۷)

حالانکہ قدر یقدر کا معنی جیسے قادر ہونا آتا ہے اسی طرح تنگی کرنا بھی آتا ہے ارشاد ربانی ہے: یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ (۲۸/۸۲) "اللہ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے او تنگی فرماتا ہے" پیش نظر آیت میں بھی نقدر اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے، اسی

لیے امام احمد رضا نے یوں ترجمہ کیا:

"تو گمان کیا (یونس علیہ السلام) نے کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے"

(١٠) وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (٧/٩٣)

ترجمہ: "اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ بتائی"

غور کیا جائے تو یہ ترجمہ ذوق ایمانی پر انتہائی گراں گزرتا ہے، وہ ذات اقدس ﷺ جو تمام عالم انسانیت کے لیے رہبر و رہنما ہیں ان کے لیے معصومیت کا عقیدہ رکھتے ہوئے ایسے الفاظ استعمال کرنے کا کیا جواز ہے؟ اصل میں مغالطہ اس لیے واقع ہوا کہ ضلالت کا ایک معنی گمراہی ہے ترجمہ کرنے والوں نے بے سوچے سمجھے کہہ دیا بھٹکتا ہوا، اس طرف توجہ نہ کی کہ اس کا معنی محویت بھی تو ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں برادران یوسف علیہ السلام کا قول منقول ہے:

اِنَّكَ لَفِىْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (١٢/٩٥) "آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں"۔ اسی لیے امام احمد رضا نے یوں ترجمہ کیا۔

"اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" اس ترجمہ میں مقام رسالت کی عظمت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور ادبی اعتبار سے بھی قابل صد ستائش ہے۔

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کے محاسن پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں ہم نے اختصار کے پیش نظر چند آیات کے تراجم کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ قرآن پاک پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین ثم آمین

یکم شعبان ۱۴۰۸ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری
۸ رجمادی الآخرۃ ۱۴۱۲ھ — لاہور

رضا اسلامک مشن بنارس
کے
اغراض و مقاصد

- مسلک اہلسنت وجماعت کے مطابق اسلامی افکار ونظریات کی تبلیغ کرنا۔
- علمائے اہلسنت بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے دینی واصلاحی اور علمی کتب ورسائل کی اشاعت کرنا۔
- معاشرے میں پھیلی ہوئی فکری بے راہ روی اور بدعملی کے خلاف جد وجہد کرنا۔
- مسلم معاشرے میں عملی ناہمواری اور جہالت کی تاریکی کے خاتمہ کیلئے بھرپور کوشش کرنا۔
- مسلمانوں کے قلوب واذہان میں عشق مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثنا) اور عقیدت اولیاء اللہ کی جوت جگا کر ایک روحانی انقلاب برپا کرنا۔
- مادیت، الحاد، اور عقائد فاسدہ کے مضر اثرات سے مسلم قوم کو متنبہ کرنا، نماز روزوں اور حج وزکاۃ کی فرضیت واہمیت کو اجاگر کرکے دینی بیداری لانا۔
- ہر اٹھتے ہوئے سوالوں کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔
- دینیات اور دیگر علوم وفنون کے ذخیرہ کتب پر مشتمل ایک لائبریری کا قیام۔

مذکورہ بالا اغراض ومقاصد کی تکمیل سے آپ کو دلچسپی ہو تو پورے حوصلے کے ساتھ شریک سفر ہو جائیں اور ہمارا ہر ممکن تعاون کریں

Printed By: " Zarnigar " Varanasi. Ph: 393131